چکّی کے دو پاٹوں میں | عراق اور سوڈان میں بھی "اسلام کی سرکوبی" کی مہم یکایک تند و تیز ہو چکی ہے اور نقشۂ جنگ یہ نظر آ رہا ہے کہ ایک طرف اسرائیل عرب آبادی کو تباہ کر رہا ہے اور اسلام کے مقدس مقامات و آثار کو منہدم کر رہا ہے اور دوسری طرف عرب ممالک کی بعض حکومتیں خود اپنے ہی بھائیوں کے خون سے ہولی کھیل رہی ہیں اور عرب مفکرین کا ایک مخصوص گروہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کی دھجیاں اُڑا رہا ہے۔ عالمی طاقتیں بھی عرب عوام کو چکّی کے دو پاٹوں میں پیس رہی ہیں۔ ایک طرف امریکہ ہے جو پوری ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اسرائیل کو مسلسل اسلحہ سپلائی کر رہا ہے اور یہودیوں کی ننگِ انسانیت قوم کی پیٹھ ٹھونک رہا ہے۔ دوسری طرف روس عربوں کی بے بسی سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور مؤثر اسلحہ کی فراہمی سے زیادہ اپنے مفادات کو سمیٹ رہا ہے اور عرب ملکوں کو نظریات کی تباہ کن جنگ میں جھونک رہا ہے۔ ۱۹۷۰ء کا آغاز ہوتے ہی یہ تمام تحریکیں اسی طرح سرگرمِ عمل ہو گئی ہیں جس طرح جون ۱۹۶۷ء سے پہلے یہ سرگرمِ عمل تھیں۔ فتح کے قائد یاسر عرفات نے اسی صورتِ حال کے پیشِ نظر اپنے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ "۱۹۷۰ء کا سال عربوں کے لیے غیر معمولی آزمائش کا سال بنتا نظر آ رہا ہے"۔ یاسر عرفات کا اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ ؁ میں پھر اسرائیل بھرپور حملہ کرنے والا ہے اور یہ تمام خلفشار اسی حملے کی تیاری ہے۔

ترکی کے دونمہ فرقہ کے بارے میں ایک یہودی لیڈر کے انکشافات | مقبوضہ فلسطین کے سابق صدر اسحاق بن زفی نے دونمہ پر ایک مفصل کتاب عبرانی زبان میں تالیف کی ہے۔ اسحاق عبادی نامی ایک یہودی نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کا پہلا انگریزی ایڈیشن ۱۹۵۷ء میں امریکہ کے جیوش پبلیکیشن ہاؤس کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ ۱۹۶۱ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ اسحاق بن زفی لکھتا ہے:

> "یہاں ایسے متعدد مذہبی گروہ موجود ہیں جو اب تک اپنے آپ کو بنی اسرائیل کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ یہ گروہ یہودی مذہب کی عبادات قائم کرتے ہیں، گو ان کے عبادت کے طریقے عام یہودیوں سے مختلف ہیں۔ انہی گروہوں میں سے ایک سامریوں کا فرقہ ہے جو علی الاعلان دینِ موسیٰ کا پیرو کہلاتا ہے۔ دوسرا اہم گروہ دونمہ کا ہے جو بظاہر مسلمان ہے مگر وہ چوری

چھپے یہودی شعائر ادا کرتا ہے "۔

دونمہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اسحاق بن زفی لکھتا ہے:

" دونمہ کی زندگی کے دو حصے ہیں۔ ایک ظاہری حصہ اور دوسرا باطنی حصہ۔ ظاہری حصہ مسلمانوں کو دکھانے کے لیے ہے اور باطنی حصہ ظاہر سے بالکل مختلف ہے۔ ان لوگوں نے اپنی ایک مستقل جمہوریہ قائم کر رکھی تھی۔ ان لوگوں نے ایک خفیہ اسکیم کے تحت یہ طے کیا کہ وہ اپنے اصل نظریات کو محفوظ رکھیں گے اور اپنی عبادات کو سرانجام دیتے رہیں گے مگر یہ سب کچھ انہیں انتہائی رازداری کے ساتھ کرنا ہوگا "۔

ابن زفی دونمہ کا منافقانہ کردار بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

" ترکی زبان میں دونمہ کے معنی ہیں منافق۔ مگر دونمہ فرقے کے لوگ اپنے لیے مومن کا لقب استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ مسجدوں میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھتے تھے۔ بلکہ ان کے متعدد افراد حجاج کے قافلوں کے ساتھ مکہ اور مدینہ بھی گئے۔ یہ سب دکھاوے کے لیے وہ کرتے تھے۔ مگر اندرونی طور پر وہ اپنی مذہبی کتابوں کی تلاوت کرتے تھے اور یہودی تہواروں کو اہتمام سے مناتے تھے۔ دونمہ کی زیادہ تر آبادی سلانیک (سالونیکا) میں تھی جو پہلے عثمانی خلافت کے تحت تھا اور اب یہ یونان میں شامل ہے۔ سلانیک میں یہ لوگ یہودی استادوں سے عبرانی زبان کی تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ معاہدہ لوزان (جو ۲۴ جولائی ۱۹۲۳ء کو عمل میں آیا) کے بعد یہ لوگ سلانیک سے ہجرت کرکے اناطولیہ میں آگئے اور ترکی کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔ ترکی میں مصطفیٰ کمال پاشا نے جو "ثقافتی انقلاب" برپا کیا تھا اُس کے اندر دونمہ کا گہرا ہاتھ تھا۔ چنانچہ اس ثقافتی انقلاب کے نتیجے میں عربی رسم الخط کو لاطینی رسم الخط سے تبدیل کر دیا گیا۔ مگر یہ تبدیلی طاقت کے بل پر بروئے کار لائی گئی اور مصطفیٰ کمال کی اُن بنیادی اصلاحات کا ایک جز تھی جو سیاسی اور معاشرتی زندگی کے میدان میں اُس نے سرانجام دی تھیں۔ اس ثقافتی انقلاب میں دونمہ کے تعلیم یافتہ طبقہ کے

نمایاں اور سرگرم زعماء نے حصّہ لیا"۔

بن زفی مزید انکشاف کرتا ہے :

"مَیں نے ۱۹۴۳ء میں اِزمیر (سمرنا) کا دورہ کیا۔ مَیں نے دیکھا کہ ترکی کی رائے عامہ بڑے اہتمام کے ساتھ دونمہ کی سرگرمیوں اور مختلف میدانوں میں ان کی کامیابیوں کو تاڑ رہی تھی۔ بلاشبہ دونمہ کو اقتصادی اور تجارتی اور صنعتی اور سرکاری انتظامیہ میں وسیع نفوذ حاصل ہے۔ سیاسی میدان میں دونمہ کے بعض لوگوں کو بہت اونچی پوزیشن حاصل تھی۔ دونمہ کے نمایاں سیاسی لیڈروں میں ایک محمد جاوید بک تھا جو ینگ ترکش پارٹی کا صفِ اول کا لیڈر تھا، اور جو انجمن اتحاد و ترقی کے دورِ حکومت میں وزیرِاعظم بھی رہ چکا ہے۔ اسی طرح نزہت فائق بھی اسی گروہ کا رکن رکین تھا۔ اور یہ بھی وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر رہ چکا ہے۔ مصطفیٰ عارف وزیرِ داخلہ اور مصلح عادل نائب وزیرِ تعلیم کا شمار بھی انہی میں ہوتا ہے۔ ترکی کے ایوانِ نمائندگان میں ان لوگوں کی کثیر تعداد تھی۔ یونیورسٹیوں میں ان کے کئی پروفیسر تھے۔ کئی نامور اربابِ تصنیف و تالیف اور شعراء اور وکلاء اس جماعت کے سرگرم افراد تھے"۔

ان تفصیلات کو بیان کرنے کے بعد بن زفی یہ بھی واضح کر دیتا ہے :

"جدید ترکی مکمل طور پر اسلام سے الگ ہو جانے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر اب میری حیرت کی انتہا نہیں ہے کہ ترک عوام دونمہ کو شک و شبہ کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور ان کے اسلام پر عدمِ اطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ درحقیقت دونمہ کا وہ غلا پن ہے کیونکہ وہ حقیقت میں کچھ ہیں اور ظاہر میں کچھ"۔

دونمہ کے مستقبل کے بارے میں اسحاق بن زفی کا خیال ہے :

"دونمہ کے مستقبل کے بارے میں کوئی قیاس آرائی کرنا مشکل ہے۔ مگر میرا اندازہ ہے کہ دونمہ اپنے یہودی عقیدہ پر جمے رہیں گے۔ ترکی کی فضا غیر مستقر ہے اور کسی وقت بھی ہلچل برپا ہو

سکتی ہے۔ اب ترکی کو نسلی اور سیاسی حیثیت سے متحد کرنے کی جو تند و تیز تحریک چل رہی ہے اُس کے اندر دونمہ کا مستقبل غیر واضح ہے۔ یہودی تاریخ کے مطالعہ کی بنا پر میں یہ کہوں گا کہ وہ دن آنے والا ہے کہ دونمہ کو دو راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرنا ہوگا: یا تو وہ مکمل طور پر ترکی معاشرے میں مدغم ہو جائیں، اور یا اپنے قومی وطن کی طرف ہجرت کر آئیں اور اپنے یہودی بھائیوں سے مل جائیں۔"

دونمہ کے بارے میں اب تک جو کچھ معلومات ہمیں ملتی رہی ہیں اُن کا ماخذ ترک یا عرب مسلمان ہیں۔ لیکن اب ایک یہودی کی زبان سے ان معلومات کی تصدیق ہو گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ترکی کے معاشرے کو خراب کرنے میں دونمہ نے نہایت خطرناک کردار ادا کیا ہے۔ مگر اب ترک دونمہ سے پوری طرح باخبر ہو چکے ہیں۔

موریطانیہ میں اسلامی قانون کا مطالبہ موریطانیہ میں تعلیم یافتہ حلقوں کی طرف سے وسیع پیمانے پر حکومت سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں حکومت اسلامی قانون نافذ کرے۔ جہاں تک عائلی معاملات کا تعلق ہے ان میں پہلے ہی اسلامی فقہ کے احکام نافذ کیے جاتے ہیں، لیکن اب دیوانی، فوجداری اور تجارت و سرمایہ کاری سے متعلق تمام معاملات میں بھی اسلامی قانون کی تنفیذ کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

موریطانیہ ایک اسلامی ملک ہے۔ افریقہ کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ پہلے یہ فرانس کے ماتحت تھا۔ ۱۹۶۰ء میں آزاد ہوا۔ اس علاقے میں اسلام چوتھی صدی ہجری میں قیروان کے راستے سے پہنچا تھا۔ موجودہ آبادی آٹھ لاکھ کے قریب ہے جو تمام تر مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ ملک کا رقبہ بہت وسیع ہے اور سوا چار لاکھ میل کے لگ بھگ ہے جس میں سے بیشتر صحرا ہے۔ موریطانیہ کی سرکاری زبان عربی ہے۔ ملک کے اندر مساجد بکثرت موجود ہیں۔ لوگ بالعموم نماز کے پابند ہیں اور اسلامی روایات سے وابستہ ہیں۔ دینی مدرسوں کی خاصی تعداد موجود ہے۔ حفظِ قرآن کا بھی بڑا چرچا ہے۔ موریطانیہ وہی علاقہ ہے جسے پہلے شنقیط کہا جاتا تھا۔